



چیل حکمت و ہدایت

یکے از تصنیفات
علامہ نصیر الدین نصیر ہونزالی
ریسرچ ایسوسی ایٹ یونیورسٹی آف مونٹریال
کینیڈا

خانہ حکمت کی ادارہ عارف

چیل حکمتِ جہاد

یکے بِصِیْفَتِک

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی

ریسرچ ایسوسی اٹس یونیورسٹی آف سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی

کنیڈا

Institute for

Spiritual Wisdom

Luminous Science

Knowledge for a united humanity

خانہ حکمت _____ ادارہ عارف

۲۔ اے نور ویلا۔ ۲۶۹ گارڈن ویسٹ براچی ۳۔ (پاکستان)

صِبْغَةَ اللّٰهِ

پروردگارِ عالم نے اپنی رحمتِ بے پایان سے تمام مومنین و مومنات کے لئے یہ بہت بڑی فضیلت ممکن بنا دی ہے کہ وہ علم، عبادت اور عشقِ مولا کے وسیلے سے صِبْغَةَ اللّٰهِ (رنگِ خدا = نورِ خدا، ۱۳۸/۲) میں رنگین ہو جائیں، الحمد للہ! ہمارے تمام ساتھی ایسے ہو سکتے ہیں، مثال کے طور پر ہمارے بہت ہی عزیز دوست شمس الدین مجتہد صدرِ ادارہ عارف امریکہ اور ان کی فرشتہ نعلت بیگم محترمہ کرمیہ سیکریٹری کو دیکھئے کہ کس طرح ذکر و عبادت اور علم و حکمت کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں اور کس شان سے امامِ زمان علیہ السلام کے پاکِ عشق کے نور کی شعاعوں سے مستفیض و مستنیر ہو جاتے ہیں، آپ دونوں عزیز صفاِ اول کے علمی خادموں میں سے ہیں، اللہ کا شکر ہے۔

مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۳

چہل حکمتِ جہاد کے مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵	آغازِ سخن	۱
۱۲	ستارۃِ سعدِ اکبر	۲
۲۲	فہرستِ چہل حکمتِ جہاد	۳
۲۷	چہل حکمتِ جہاد	۴
۳۲	”قرآنی علاج“ پر بوستانِ کاتبفرہ	۵



**Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science**

Knowledge for a united humanity

۵ آغازِ سخن

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ایک انتہائی پرکشش حقیقت ہے کہ خداوندِ عالم کی توفیق و تائید کے بغیر بندۂ مومن کا کوئی نیک کام نہ تو شروع ہو سکتا ہے اور نہ ہی آگے بڑھ کر مکمل ہو سکتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس حکمت میں کتنا عظیم راز مخفی ہے کہ وہ علیم و حکیم اہل ایمان کو ہمیشہ اپنے حضور پر نور کی طرف متوجہ رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ" کے بموجب ہر وقت آسمانی تائید کے طالب رہیں۔

۲۔ وہ تمام نیک لوگ اور جملہ عزیزان جو علم اور دوسرے نیک کاموں میں ترقی چاہتے ہیں، ان سب کو میرا پر خلوص مشورہ ہے کہ وہ اسلامی عبادات و اذکار سے کبھی غافل نہ ہو جائیں، عبادت، نماز جو کچھ فرض ہے، وہ تو فرض ہی ہے، اگر کسی مومن کو صراطِ مستقیم پر روحانی ترقی کرنی ہے، اور قرآن و اسلام کے نور اور اس کے روحانی اور عقلمانی معجزات کو دیکھنا ہے، تو پھر نوافل کا سہارا لینا ہوگا، اور نوافل کے بارے میں یہ حدیثِ قدسی ہے:

(ترجمہ) "اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس

سے محبت کرتا ہوں، تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سُنتا ہے، اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔“

۳۔ سبحان اللہ! نوافل (واحد نفل = زیادہ عبادت) کے انعام خداوندی کی شان دیکھیے! ایسے خوش نصیب بندے اللہ کے خاص دوست (اولیاء اللہ) ہی ہو سکتے ہیں، یہاں یہ تو پتہ چلا کہ اگر خدا کسی کے باطن میں نور ہو جائے اور اسی نور کے ذریعہ سنا، دیکھا، پکڑا اور چلا جائے تو پھر علم و معرفت کے معاملے میں کوئی چیز غیر ممکن نہیں، یہ حدیث قدسی فنا فی اللہ وبقا باللہ کا سب سے روشن ترین ثبوت ہے، پس بقا باللہ یا کنزِ مخفی کا حاصل ہونا ایک ہی بات ہے، جو علم و معرفت کے اسرار سے مملو ہے۔

۴۔ میں عموماً سب کو اور خصوصاً علم دوست حضرات کو مذکورہ حدیث قدسی میں غم و فکر کی پرزور دعوت دیتا ہوں، کیونکہ یہی ایک اکیلی حدیث کئی کئی آیات کریمہ کی تفسیر و توضیح کے علاوہ ایسے کثیر سوالات کے لئے جواب شافی بھی ہے، جو سخت مشکل ہوں، اس کی سب سے بڑی وجہ ظاہر ہے کہ خدا کا نور اقدس جس کامل شخصیت میں جلوہ مگن ہو، اہم میں علم و حکمت کی ساری کائنات مرکوز ہو جاتی ہے، اور اس حدیث کا موضوع بس یہی ہے۔

۵۔ ”چہل حکمت جہاد“ کے مقالے کو تحریر کر کے مجھے اور میرے عزیز ساتھیوں کو زبردست خوشی حاصل ہوتی تھی، اس خوشی کی کئی وجہیں ہیں، اور اب مزید شادمانی ہے کہ ہم اس کو الگ بھی شائع کر رہے ہیں، تاکہ دان شاہ اللہ، ہمارے سب عزیزان کو مل سکے، کیونکہ یہ آرٹیکل بے حد ضروری ہے اور دائمی خوشیوں کا طوفان اس نعمتِ عظمیٰ سے ہے کہ اس پسندیدہ اور مفید مضمون کا انگلش میں بڑا عمدہ ترجمہ ہو چکا ہے، اور یہ عظیم احسان جناب غلام عباس صاحب ہنزائی نے کیا ہے، عزیز و محترم عباس صاحب کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کا علم و دانش سے ملو لیکچر بڑے بڑے اجتماعات میں سحرِ حلال کا کام کرتا ہے، آپ کی گہری نظر اور نکتہ دانی سے نہ صرف عوام ہی کو بلکہ اہل علم کو بھی بڑی حیرت ہوتی ہے۔

۶۔ پاکستان بنانے کے سلسلے میں جن زعمائے اسلام نے فکری اور سیاسی جہاد کیا، ان میں ہمارے امام عالی مقام حضرت مولانا سلطان محمد شاہ علیہ السلام نمایاں تھے، جس کا واضح مفہوم حکمتِ راہ میں جھلک رہا ہے، اب امامِ عالی نسبؑ کے اس پُر حکمت عمل کے بعد یہ سوال بر اسماعیلی کے لئے خود از خود ختم ہو جاتا ہے کہ: ”اسلام اور پاکستان کی کوئی دفاعی جنگ جہاد ہے یا نہیں؟“

۷۔ جہالت و نادانی بھی ملک و قوم کی ایک قوی دشمن ہے، لہذا دان شاہ اللہ، ہم اس دشمن کے خلاف بھی اپنے طور و طریق سے شدید

جہاد کرتے رہیں گے، لیکن کوئی بھی بڑی ظاہری جنگ لشکر کے بغیر نہیں لڑی جاسکتی، اس لئے بفضلِ خدا ہمارے ساتھ نہ صرف ایک لشکر ہے، بلکہ اس میں بہت سے افسر بھی ہیں۔

۸۔ دنیائے اسلام کے طول و عرض میں جو لوگ نیک، خیر خواہ، اور دین

کے سچے خادم ہیں، وہی فرائے قیامت بہشت میں مخدوم اور بادشاہ ہوں گے، کیونکہ قرآن اور اسلام کی خدمت اگر منشاءِ خداوندی کے مطابق ہے تو یہ تمام خدمات کی سردار اور بادشاہ ہو سکتی ہے، جس کا اجر و صلہ یقیناً بہشت میں عظیم سلطنت ہے (۷۶) کیونکہ دنیا میں اس سے کوئی بڑی بندگی اور خدمت نہیں، اور آخرت میں اس سے بڑا کوئی ثواب نہیں۔

۹۔ جہادِ اصغر میں بھی اور جہادِ اکبر میں بھی علم و حکمت کی حمایت اور جہالت و نادانی کی مخالفت مقصودِ اصلی ہے، چنانچہ عقل و دانش اور علم و حکمت کو جتنی بھی اہمیت دی جائے، اور جس قدر بھی اس کی تعریف و توصیف کی جائے، وہ کم ہے۔

۱۰۔ جہادِ جسمانی، جہادِ مالی، جہادِ نفسانی، جہادِ علمی وغیرہ، دراصل ایک ہی عظیم کارنامہ کے مختلف اجزاء ہیں، اس لئے تنہا ہر جزو دوسرے اجزاء کے بغیر نامکمل ہے، یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہو کر) بڑے جہاد کی طرف واپس

ہو رہے ہیں (یعنی نفسِ آمارہ کے خلاف لڑنا جہادِ اکبر ہے)۔
 ۱۱۔ جو لوگ قرآنی حکمت اور روحانیت سے باخبر ہیں، وہ آپ کو بتا سکتے ہیں کہ دینِ حق کی حفاظت و حمایت میں لڑنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے بے شمار لطیف لشکر بھی ہیں، لطیف کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے، کیونکہ وہ روح اور فرشتہ ہوا کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:
 وَ لِلّٰہِ جَنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۙ بَرِّیْنَ اَوْرَاسَمٰوٰتِہٖۙ سَبِّحْہٗ خَدٰیۙ اَکْثَرَ الَّذِیۡنَ
 قَدَرْتَۙ مِیۡنَہِۙ (۴۸)۔

۱۲۔ ہر چند کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قادرِ مطلق اور ہر چیز سے بے نیاز ہے لیکن اُس جوادِ الکَرِیْم نے محض اپنے بندوں پر عظیم احسانات کرنے اور ان کو بدرجہ انتہا نوازنے کی خاطر بڑے عجیب و غریب قوانینِ رحمت بنائے، جن کے مطابق وہ پاک و برتر فرماتا ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جمادے گا (۴۷) نیز فرمایا: اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو (۲۳) پھر ارشاد ہوا: اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ (۹) پس یہ سب کچھ اہل ایمان کی روحانی ترقی اور بہشت کی سلطنت کے لئے ہے۔

۱۳۔ جسمانی (جانی) جہاد اور مالی جہاد کی فضیلت ایک ہی آئیہ کریمہ میں بیان ہوئی ہے، اس ارشادِ خداوندی کا ترجمہ یہ ہے: اللہ نے خریدی مومنوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے

جنت ہے، لڑتے ہیں خدا کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں (۹/۱۱۱)۔ یہ سودا جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان بہت پہلے ہو چکا ہے، اس کا عہد و پیمانہ اتنا ضروری ہے کہ اس کی تجدید کے لئے بار بار بیعت لی جاتی ہے، کیونکہ بیعت کا لفظ ”بیع“ سے ہے، جس میں خرید و فروخت کے دونوں معنی موجود ہیں، پس بیعت کے عمل میں جانی اور مالی جہاد کا راز مضمر ہے، آپ بیعتِ رضوان (۲۸/۱۸) کے بارے میں معلوم کر سکتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیعت کس مقصد کے پیش نظر لی تھی؟

۱۴۔ عصرِ حاضر کی بات ہے، اگر آپ کسی اسلامی عسکر میں شامل نہیں ہیں، اس لئے پیشہ وارانہ مہارت کے ساتھ جسمانی جہاد کرنیکی قابلیت نہیں رکھتے ہیں، تو مایوس نہ ہو جائیے، کیونکہ مالی جہاد، علمی جہاد اور نفسانی جہاد کے زربین مواقع بھی تو ہیں۔

۱۵۔ مالی قربانی کو جہاد کا درجہ کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ مال شرعی خون بہا (خون کی قیمت = دیت) کی صورت میں جان کا عوض ہو سکتا ہے (بحوالہ قرآن کریم، سورہ نساء، آیت ۹۲) اور دنیاوی مثال میں بھی یہی بات ہے کہ اگر حکومت کی ذمہ داری میں کسی خاندان کا جانی نقصان ہو جائے تو اس کو بطور معاوضہ کوئی مناسب رقم دی جاتی ہے، یہ اس حقیقت کی دلیل ثابت ہوتی کہ اگرچہ ظاہراً جانی قربانی سے مالی قربانی کمتر ہے، لیکن جب صرف اور صرف مالی قربانی ہی کی سخت ضرورت ہو تو پھر مالی جہاد جانی جہاد ہی کی طرح مفید ہو سکتا ہے،

یہ ایک جنزومی مثال ہے۔
 ۱۶۔ ان شاء اللہ ہم اپنے محدود دائرہ رسائی میں علمی جہاد کرتے رہیں گے، جس میں ہمارے مشرق و مغرب کے تمام عزیز تلامیذ شامل ہیں، کیونکہ اس اجتماعی عمل میں کوئی ایک کام نہیں، بلکہ سینکڑوں کام ہیں، جن کو ہمارے بہت سے ساتھی انجام دیتے ہیں، اس دائرہ کار میں ہم جتنے بھی افراد ہیں سب بے انتہا شادمان ہیں، جس کی وجہ خداوندِ قدوس کی رحمت اور کامیابی ہے، جس سے ہم ایک دوسرے کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھتے ہوئے سچے دل سے کہتے رہتے ہیں کہ "یہ ترقی آپ کی کوششوں کی برکت سے نصیب ہوئی" اور اسی طرح مونوریا لٹی (یک حقیقت) کی بات بنتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

نصیر الدین نصیر، ہونزائی
 کراچی

جمعرات ۲ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ / ۱۶ دسمبر ۱۹۹۳ء

ستارہ سعدِ اکبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنصَرُوْا لِلّٰهِ یُنصِرْکُمْ
و یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَصَدَّقُوْنَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ اس آیہ کریمہ کا ترجمہ یہ ہے:
اے لوگو جو ایمان لاتے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا
اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔

مہمان خصوصی جناب محمد طاہر صاحب صدر ریجنل کونسل گلگت، میر
مجاہد جناب سرفراز شاہ صاحب چیئرمین معالیٰ بورڈ گلگت، جناب
ظفر اقبال صاحب آزریری سیکرٹری ریجنل کونسل گلگت، جماعت کے دیگر
عملداران، اکابرین اور محرز حاضرین! اسلام علیکم!

ابھی ابھی آپ کے سامنے سورہ محمد کی ایک آیہ شریفہ (۱۱۰) پڑھی
گئی، جو مغزِ حکمت سے مملو ہے، جس میں اہل ایمان کو حکم ہے کہ وہ اللہ
کی مدد کریں اور اس میں بزبانِ حکمت رسولِ خدا کی مدد کرنے کے لئے
امر ہوا ہے، کیونکہ حقیقت میں خدائے بزرگ و برتر کسی کی مدد کے
لئے ہرگز محتاج نہیں، تاہم پروردگارِ عالم ہر عظیم شے کو اپنی ذات
پاک سے منسوب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ میرے لئے ہے، تاکہ
ایسی چیز کی اہمیت اور قدر و منزلت ظاہر ہو جائے، اسی قانون کے

مطابق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام عالی مقام کے مقدس ادارے اس لئے مقرر ہوئے کہ جماعتی ترقی کے کاموں میں امام زمان کا ہاتھ بٹائیں اور اس میں جماعت کا فرض ہے کہ تابعداری اور نیک کاموں کی صورت میں مولائے پاک کے اداروں کی مدد کرے، تاکہ یہ مدد امام زمان کے لئے ہو اور امام کے توسط سے رسول اکرم کی مدد ہو۔

ستارۂ سعد اکبر (سب سے بڑا نیک ستارہ) مشتری کو کہتے ہیں، دراصل میرا اشارہ کسی اور ستارے کی طرف ہے جو انتہائی عظیم سعادتوں کا سرچشمہ ہے، جو آسمان عقلانیت پر طلوع ہو جاتا ہے، پس ایسا لگتا ہے جیسے آج اتوار ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آسمان عقل پر ستارۂ سعد اکبر طلوع ہو گیا ہو۔

تحفہ یا خطاب کا تجزیہ : یہ تحفہ (خطاب) جو مولائے پاک کے مقدس ادارے کی جانب سے ملا ہے، وہ میری ناچیز ہستی اور حیثیت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ ”لسان القوم“ کے معنی ہیں قوم کی بولنے والی زبان، اس میں ادب، علم اور حکمت سے متعلق تمام تر اشارات موجود ہیں، اس کا ہم معنی لفظ ”ترجمان القوم“ ہے، اس خطاب کی اصل خوبیاں پس پردہ پوشیدہ ہیں، وہ یہ کہ یہاں دینی اور روحانی قوتوں کی کارفرمائی کی پُر حکمت مثال موجود ہے، یعنی

زبان پانچ حواسِ ظاہر میں سے ایک حس سے زیادہ کچھ بھی نہیں، کیونکہ وہ از خود کچھ بول ہی نہیں سکتی، جب تک دل و دماغ جیسی باطنی قوتیں حکم اور مدد نہ کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری قوم روحانی وحدت و سالمیت میں فردِ واحد کی طرح ایک ہے، جس کے اعضاء اور ظاہری و باطنی قوتوں کا کام قوم کے لوگ ہی کرتے رہتے ہیں، پس جماعتِ باسعادت کی پاکیزہ و حوں کی نیک دعاؤں اور روحانی نایمیت کے لئے بڑا کترین سخت محتاج ہے۔

آج میرے حق میں امام زمان صلوٰۃ اللہ علیہ و سلامہ نے اپنی نامدار ریجنل کونسل کے توسط سے گویا مردہ صد سالہ زندہ کر دینے کا معجزہ کر دیا، ہادیٰ برحقؑ کے اس قیامت خیز معجزے سے میں مسرت و حیرت کی کشاکش میں ہوں، قومی خوشی اور شادمانی کے اس موسمِ گل میں جب تمام شرکاء شادمان ہیں تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ، نامدار ریجنل کونسل کے کارنامہ ہائے زرین سے جملہ جماعت کو بے حد خوشی ہوگی، محض اس وجہ سے نہیں کہ نصیر الدین کو ایک پُر حکمت تحفہ عطا ہوا، بلکہ اس لئے بھی سب کو شادمانی ہوگی کہ اب بحمد اللہ امام عالی مقام علیہ السلام کے پاک ادارہ جات میں زیادہ سے زیادہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات آگئے، اور انہوں نے منشاءتے مولا کے مطابق ہر میدان اور ہر شعبے میں کام کرنے والوں میں ہمت و حوصلہ کی روح پھونک دینے کا

کس طرح شکر تیرا ادا کروں؟ یہی ہے طریق ذرّہ نوازی، یہی ہے

ذرّہ بمقدار کو آفتاب بنانے کا عمل، اسی کا نام احسانِ عظیم ہے، اور یہی ہے سب سے بڑا انعام، لیکن میں آج، جبکہ میرے لئے آسمانِ عقلا نیت پر ستارہ سعدِ اکبر طلوع ہو چکا ہے، شش و پنج میں ہوں کہ کن شایانِ شان الفاظ میں اپنے تمام محسنوں کا شکر یہ ادا کروں! میں اپنے دل و دماغ سے پوچھتا ہوں کہ آیا میں اس عظیم احسان کے لئے صرف قولی شکر تیرے پر اکتفاء کروں، یا اس کی کوئی عملی شکر گزاری بھی ہے؟ تاہم صرف اتنا ہی سوچنا اس مسئلے کا آخری حل نہیں، لہذا اب مجھے ہادی ظاہر و باطن کے حضورِ عالی میں شدید احساس کے ساتھ گڑ گڑانا ہوگا، تاکہ وہ مہربان مجھے ازراہ بندہ نوازی کوئی خاص ہدایت و توفیق عنایت فرمائے کہ جس سے میں بصد شکر گزاری کوئی نیک کام انجام دے سکوں۔

خیر خواہی کا عظیم عمل؛ رحمتِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

ارشادِ گرامی ہے: **الدینُ نھیحةٌ**؛ دین ہر طرح کی خیر خواہی کا نام ہے، یعنی نیت میں بھی، قول میں بھی، اور عمل میں بھی خیر خواہی ضروری ہے، تاکہ اس سے اسلام اور ایمان کی ساری خوبیاں جمع ہو سکیں، چنانچہ اسی اسلامی خیر خواہی کے جذبے سے ہمارے نامدار ادارہ ”آغا خان ریجنل

کونسل گلگت، نے علاقہ کے فرقہ وارانہ فسادات کے سدباب کی خاطر جو جو نمایاں کارنامے انجام دئے، وہ تاریخ کے اوراق پر آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، امام عالی مقام کے ان قابل احترام نمائندوں نے اپنے دونوں برادر فرقوں کو جذبہ خیر خواہی سے اتنا متاثر کیا کہ بالآخر وہ حضرات جو آخری کانفرنس میں تھے ایک دوسرے سے بغلیں ہو گئے، ایسا بڑا مشکل کام ایک دو دن میں کیسے مکمل ہو سکتا تھا، لہذا انہوں نے بڑی جانفشانی اور دانشمندی سے مرحلہ وار کئی میٹنگیں منعقد کیں، اپنے طور پر بھی، دوسرے بھائیوں کے ساتھ بھی، اور مقامی حکام کے ساتھ بھی۔

الغرض نامدار ریجنل کونسل گلگت نے جس ہمہ گیر خیر سگالی، امن پسندی، اور تصفیہ باہمی کا کردار انجام دیا، اسے نہ صرف حکومت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے، بلکہ آرمی کی ہائی کمان، اور عوام و خواص کی اکثریت بھی اس مصالحتی کارنامے کی تعریف کرتی ہے، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آگ بجھائی گئی، ورنہ یہ آتش پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لیتی۔

جماعتی ترقی: گلگت میں ہماری جماعت باسعادت کی ترقی موجودہ حد تک کس طرح پہنچ گئی اور اس کے اسباب و ذرائع کیا کیا تھے، وہ قصہ بڑا طویل ہے، لیکن ہم یہاں امام اقدس و اطہر کے ان تمام مخلص

اور جان نثار مریدوں کو سلامِ عزت بھیجتے ہیں جنہوں نے اس مجرمی ترقی کے سلسلے میں کسی بھی حیثیت سے کام کیا ہو، قومی ترقی کی خاطر نہ صرف دماغی قوت اور بین پاؤں سے کام لیا جاتا ہے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ مالی قربانی اور جسمانی محنت و مشقت بھی از حد ضروری ہوا کرتی ہے، پس موجودہ ترقی زبانِ حال سے یہ گواہی دے رہی ہے کہ مولائے برحق تکے پک اداوں اور نیک نام جماعت نے شروع سے لیکر اب تک بڑی گرانمایہ خدمات انجام دی ہیں۔

علم و ادب؛ علم دینی بھی ہے اور دنیاوی بھی، ہمیں مہجرتِ قوم دونوں کی سخت ضرورت ہے، ادب اگر علم کے بغیر ہے تو وہ صرف تیاری کا مرحلہ ہے، علم گویا آدمی ہے اور ادب اس کا لباس، کیونکہ پہلے مرحلے میں زبان ہے، دوسرے میں اس کا ادب اور اس کے بعد علم کا درجہ آتا ہے، اگر ہم یہاں زبان کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے قرآن و حدیث کی زبان ہے، اس کے بعد فارسی زبان ہے، کیونکہ اس میں دینی کتب کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، نیز یہ ہمارے اُن بھائیوں کی زبان ہے، جو ایران، افغانستان، تاجکستان سرلیقول وغیرہ میں رہتے ہیں، اردو زبان کی اہمیت مسلمہ ہے، جبکہ وہ ہماری قومی زبان ہے، جی ہاں، آج کی دنیا میں انگلش کی بھی بڑی اہمیت و ضرورت ہے، اس لئے کہ یہ عالمی زبان بن چکی ہے،

اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آپ اس سلسلے میں اپنے لوگوں کی بہترین خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہیں، تاہم یہ بات یاد رہے کہ کوئی بھی لسان علم نہیں، یعنی زبان دانی کا نام علم نہیں ہو سکتا ہے، ہاں یہ بات درست ہے کہ ہر ایسی زبان علم کے لئے طیرھی ہے، جس میں علمی کتابیں مہیا کی گئی ہوں۔

تاویلی حکمت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الحکمة ضالة المؤمن حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ یعنی جب مومن خدا کے نزدیک یا بہشت میں تھا تو اس وقت اس کے پاس علم و حکمت کے خزانے تھے، جب وہ اس دنیا میں آگیا، تو یہ دولت فراموش اور گم ہو گئی، لہذا اب ہر مومن اور مومنہ کے لئے اس متاع گم شدہ کی تلاش ضروری ہو گئی، یاد رہے کہ دین کی سب سے اعلیٰ باتیں سیم و زر اور لعل و گوہر سے کہیں زیادہ گر انقدر ہیں، اس لئے وہ جہاں بھی ہوں صندوق حکمت میں مقفل ہیں، پس کلیدی حکمت کی بہت بڑی اہمیت ہے۔

ایک اہم مثال؛ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: سلو فی عمار دون العرش پہلا ترجمہ: مجھ سے ہر اس چیز کے بارے میں پوچھو جو عرش (کی حد) کے نیچے ہے۔ دوسرا ترجمہ: مجھ سے ہر

اس چیز کے بارے میں پوچھو جو نورِ عقل (عرش) کے تحت ہے۔ اگرچہ لفظی اعتبار سے پہلا ترجمہ غلط تو نہیں، لیکن اس میں مندرجہ حکمت مُقتضیٰ ہی ہے، اور وہ لفظ "عرش" ہے، جبکہ دوسرے ترجمہ میں یہ مندرجہ کھولا گیا ہے، اب اس وجہ سے دونوں ترجموں کے درمیان آسمان زمین کا فرق پیدا ہو گیا، پس علیٰ زمان صلوات اللہ علیہ اپنے نورِ عقل کی ہمہ گیر روشنی میں ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور کوئی شی نورِ عقل سے باہر اور بتر نہیں۔

سلونی کا مطلب؛ چشمِ بصیرت سے دیکھا جائے تو ہر زمانے کا امامِ مولا علی کی طرح "سلونی عمادون العرش" کا فرمان صادر فرماتا ہے، اور وہ قول سے بڑھ کر ایک عملی ہدایت ہے، یعنی شاہِ راہِ صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا جاتا ہے، تاکہ آگے سے آگے چل کر مومنین و مومنات نورِ عقل کا دیدار کریں، اور اس سے پوچھے بغیر ہر سوال کا جواب حاصل کریں، (۵۷، ۵۷، ۵۷) اور آئیہ کریمہ: فَسَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ... (۱۶) اہلِ ذِکْرِ سے پوچھو، کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو لوگ پیغمبروں کی روحانیت کو نہیں جانتے ہیں، وہ اہلِ ذِکْرِ (امامِ وقتؑ) سے اس طرح پوچھیں کہ اس کی ہدایت کے مطابق کامل و مکمل روحانیت کو حاصل کریں، تاکہ نورِ عقل کی روشنی میں ہر چیز کا علم حاصل ہو جائے۔

گہوارہ اور قبر میں علم؟ آنحضرت نے فرمایا: اطلبوا العلم من

المصداق الى اللحد۔ تم گہوارے سے لیکر قبر تک علم کی تلاش کرتے جاؤ
ظاہر ہے کہ طفل گہوارہ نہ تو علم کی تلاش کر سکتا ہے اور نہ ہی علم کو سمجھ
سکتا ہے، اور قبر میں تو مردہ ہے، وہ کس طرح علم کو ڈھونڈ سکتا ہے،
چنانچہ اس کی تاویلی حکمت لازمی ہے، وہ یہ ہے کہ ہوشمند مومن شروع
شروع میں طفل شیرخوار کی طرح اپنے آپ کو دینی معلم کے سپرد کر دیتا ہے،
تا کہ وہ اسے گہوارہ فرمانبرداری میں باندھ کر شیر علم سے پرورش کرے،
پھر وہ آگے چل کر یا تو نفسانی موت کا مزہ چکھ لیتا ہے، یا جسمانی موت
سے مر جاتا ہے، پس ان دونوں میں سے جو بھی صورت ہو، اس مومن یا
مومنہ کو ایک زندہ قبر یعنی ایک اعلیٰ ہستی مل جاتی ہے، جس میں اس کو
روحانی تعلیم دی جاتی ہے۔

علم کے ساتھ لفظ طلب کیوں؟ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے کہ حدیث
شریف میں حصول علم کے لئے جو حکم دیا گیا ہے، وہ اکثر لفظ طلب سے
شروع ہو جاتا ہے؟ یعنی فرمایا گیا ہے کہ علم طلب کرو (ڈھونڈو) یا علم
تلاش کرو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علم کی طلب و تلاش میں ذہنی اور
خارجی ہر قسم کی حرکت اور جستجو لازمی ہے، خواہ وہ جسمانی مسافت ہو
یا روحانی سفر، چاہے وہ قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ ہو یا آفاق و انفس

میں غور و فکر، غرض ان تمام حرکتوں کا نام طلبِ علم ہے، پس مومن اور مومنہ کی ہوشمندی اسی میں ہے کہ وہ ہمیشہ حصولِ علم کی خاطر اپنی ہر کوشش اور ہر گونہ حرکت کو جاری رکھے، تاکہ خداوندِ دو جہان اس کی پُر خلوص حرکت میں علم کی گونا گون برکتیں پیدا کرے۔ آمین!

ایک بڑا مشکل سوال اور اس کا جواب : رب العزت کا ارشاد ہے:

وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (۱۵۹) پہلا ترجمہ: اور تم اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو تا آنکہ تمہارے پاس موت آئے۔ دوسرا ترجمہ: اور تم اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو تا کہ تم کو یقین آئے۔ یہ بڑا مشکل مسئلہ رہا ہے کیونکہ اکثر علماء نے یقین سے موت مراد لی ہے، جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک یقین کا مطلب موت نہیں، یقین ہی ہے، جسے آپ قلبی اطمینان بھی کہہ سکتے ہیں، تاہم دونوں ترجموں میں سوال باقی ہے، بلکہ کئی سوالات ہو سکتے ہیں، چنانچہ ترجمہ اول سے یہ بحث ہے: ہر کام کا ایک آخری مقصد ہوا کرتا ہے، لیکن عبادت کا مقصد ظاہری موت نہیں، اگر کوئی کہے کہ یہ نفسانی موت ہے تو بھی درست نہیں، کیونکہ ایسی موت بھی عبادت کی آخری حد نہیں ہو سکتی، معلوم ہے کہ انبیاء و اولیاء پر زندگی ہی میں نفسانی موت واقع ہو جاتی ہے، اور وہ حضرات ذکر و بندگی کو ترک نہیں کرتے ہیں۔ ترجمہ دوم سے بحث: آیہ شریفہ کا خطاب آنحضرتؐ سے ہے،

پھر کیا حضورِ نور کو اس حکم سے پہلے ہی سے یقین کامل حاصل نہیں تھا؟ یہ کس طرح ممکن ہے کہ رسول اللہ کی عبادت ذاتی یقین کی حد تک محدود ہو؟

آخری جواب : آیہ کریمہ کا خطاب اگرچہ نبی اکرم سے ہے، تاہم نمونہ ہدایت اہل ایمان کے لئے ہے، اور اس قسم کا ارشاد بڑا خاص ہوا کرتا ہے، چنانچہ میں ولی زمان صلوات اللہ علیہ کی تائید یاری سے اس آیہ مبارکہ کی کچھ حکمتیں بیان کرنے کے لئے سعی کرتا ہوں کہ یقین کے تین بڑے درجے ہیں: علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین، پھر ہر بڑے درجے کے بہت سے ذیلی درجات ہیں، چنانچہ حکم ہوا کہ اے مومن موجد تو اپنے رب کی ہر عبادت اس معیار سے کر کہ نتیجے کے طور پر یقین کی روشنی اور اطمینان قلبی حاصل ہو جائے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ جس طرح ہر عبادت کے نتیجے میں ایک ایک ذیلی یقین کی روشنی یعنی تائیدی علم وغیرہ ضروری ہے، اسی طرح مجموعی بندگی کا ثمرہ کسی بھی مرحلے میں بصورتِ حق الیقین مل سکتا ہے، کیونکہ جزو دلیل ہے کل کے لئے، اللہ تبارک و تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومنین و مومنات اس درجہ سے بھی بہت آگے جائیں، جہاں ہر عبادت کے نتیجے میں یقین کی روشنی نظر آتی ہے، جیسا کہ حکم ہے: اے نبی آدم ہر عبادت میں اپنی دروہانی، زینت سے آراستہ ہو جاؤ (۳۱)

یعنی اے آدم زمانہ کے بیٹو تم ہر عبادت اس پاکیزگی سے کرو کہ اس کا نتیجہ روحانی روشنی اور علم ہو۔

تیسری حکمت: جنّ و انس کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت و معرفت ہے (۵۶) معرفت کا دوسرا لفظ یقین ہے، یقین کا آخری اور سب سے بڑا درجہ حق یقین کہلاتا ہے، جہاں دوسری تمام حقیقتوں اور معرفتوں کے ساتھ ساتھ فنا فی اللہ کا مشاہدہ بھی ہے، چونکہ فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ آتا ہے، جس کو ہم عقلی جنم بھی کہہ سکتے ہیں، جہاں سے خدا کے دوستوں کی حقیقی زندگی کا آغاز ہوجاتا ہے، چنانچہ *مَنْ عَلِمَا فَاذِنِ (۵۶)* میں بطریق حکمت فنا فی اللہ کا ذکر فرمایا گیا ہے، *وَيَبْقَى وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۵۷)* میں بقا باللہ کا بیان ہے، اور اس کے بعد ارشاد ہے کہ اس انتہائی اعلیٰ مقام پر جو نعمتیں ہیں، ان کو تم دونوں (یعنی گروہ جنّ و انس) کیسے جھٹلاؤ گے۔

نصیر الدین نصیر ہونزائی

تحریر: گلگت میں، تحقیق و اضافہ: کراچی میں

۳ جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ

۱۸ نومبر ۱۹۹۳ء

فہرستِ پہل حکمتِ جہاد

ص	حکمت	نمبر شمار
۲۷	سیاسی اور عقلی جنگ	۱
۲۷	اتحاد بین المسلمین	۲
۲۷	محاذِ جنگ پر روحانیت	۳
۲۸	سب سے بہترین موت	۴
۲۸	الذوالے	۵
۲۸	چھوٹی جماعت	۶
۲۸	سب سے چھوٹا ہتھیار۔ فلاخن	۷
۲۹	جہاد میں تقویٰ اور صبر	۸
۲۹	صوفیانہ جہاد	۹
۲۹	سب سے بہترین زمانہ	۱۰
۳۰	ہوشمند مجاہد	۱۱
۳۰	جہادِ اکبر	۱۲
۳۱	جہادِ اسلام کا ایک اہم رکن	۱۳
۳۱	سیف و قلم	۱۴

ص	حکمت	نمبر شمار
۳۱	خدا کا ہر وعدہ مشروط ہے	۱۵
۳۲	اسلام ایک عظیم درخت	۱۶
۳۲	قرآن کے علم الاشارہ میں ہر چیز کا بیان	۱۷
۳۳	قرآنی اشارات کی بہت بڑی اہمیت	۱۸
۳۳	قرآن اور تسخیر کائنات	۱۹
۳۳	فرشتوں کی مدد کی شرطیں	۲۰
۳۴	اجتماعی نافرمانی	۲۱
۳۴	بزرگی کا معیار کیا ہے؟	۲۲
۳۵	عبادت کی مشقتیں اور جنگی مشقتیں	۲۳
۳۵	صبر اور نماز	۲۴
۳۵	”فطرت“ اسلام کا نام ہے	۲۵
۳۶	دو بھلائیوں میں سے ایک	۲۶
۳۶	سب سے بڑی عبادت	۲۷
۳۷	خدا کے رنگ میں رنگین ہو جانا	۲۸
۳۷	مومن سپاہی کی ورزش بھی عبادت ہے	۲۹
۳۸	خوف کس روح میں ہے؟	۳۰
۳۹	خوف بجا اور خوفِ خدا	۳۱

ص	حکمت	نمبر شمار
۳۹	علاج کی تین کتابوں کا مطالعہ	۳۲
۴۰	قرآنی حکمت کا مطالعہ	۳۳
۴۰	درد و الم کس روح کی خاصیت ہے؟	۳۴
۴۰	فنا کے تین مراتب	۳۵
۴۱	فنا اور حدیثِ قدسیٰ نوافل	۳۶
۴۱	پہشت میں شہید کی ایک تمنا	۳۷
۴۲	شہیدِ روحاً نہیں مرتا	۳۸
۴۲	ایک کو زندہ کیا تو گویا سب کو زندہ کیا	۳۹
۴۳	اسلامی لشکر کے لئے دعا	۴۰

پہل حکمتِ جہاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (ط)

حکمت - ۱: پاکستان بنانے کے سلسلے میں جو سیاسی اور عقلی جنگ لڑی گئی، جیسی جانی اور مالی قربانیاں پیش کی گئیں، اور جس نوعیت کا عظیم جہاد کیا گیا، اس میں اسلام کے تمام مکاتبِ فکر کے رہنماؤں اور علماء نے عملاً حصہ لیا، لہذا اب ہمارے لئے یہ امر ضروری بھی ہے اور باعثِ فخر بھی کہ ہم پاکستانی لشکر میں شامل ہو کر اپنے ملک و ملت کی حفاظت و پاسبانی کریں۔

حکمت - ۲: فرقہ واریت اور انتشار کے تلخ تجربوں کے بعد اب اتحادِ بین المسلمین کی انتہائی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اور یہ تحریک سب سے پہلے افواجِ پاکستان کی بدولت بڑی حد تک کامیاب ہو سکتی ہے، بشرطیکہ ملک و ملت کی مضبوطی کی خاطر ہر قسم کے تعصب سے گریز کیا جائے۔

حکمت - ۳: حضراتِ اصحابِ رضوان اللہ علیہم میں سے بعض نے محاذِ جنگ پر روحانیت کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا تھا اور انکی روحانی ترقی ہوئی تھی، کیونکہ ایسے میں خدا کی یادِ کثرت سے ہونے لگتی ہے اور نزولِ ملائکہ کا عالم ہوتا ہے۔

حکمت - ۴ : سب سے بہترین موت شہادت ہے جو ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی، اور یہی شہادت دراصل حیاتِ طیبہ کہلاتی ہے، جیسا کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے، ترجمہ : اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ لوگ میتے (جاگتے موجود) ہیں اپنے پروردگار کے ہاں سے (وہ روحانی اور عقلی) روزی پلتے ہیں (۳/۱۶۹)۔

حکمت - ۵ : یہ ربانی تعلیم سورہ آل عمران میں ہے : ترجمہ اور ایسے پیغمبر بہت سے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ بہتر سے اللہ والوں نے (راہِ خدا میں) جہاد کیا اور پھر ان کو خدا کی راہ میں جو جو مصیبت پڑی ہے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ بودا پن کیا اور نہ (دشمن کے سامنے) گڑگڑانے لگے اور صبر کرنے والوں سے خدا محبت کرتا ہے (۳/۱۶۶)۔

حکمت - ۶ : حضرت طاہت کے قصہ قرآن میں ہے : ترجمہ : بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ خدا کے حکم سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور خدا صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے (۲/۲۴۹)۔

حکمت - ۷ : مذکورہ قصہ میں یہ بھی ہے : وقتل داؤد جالوت (۲/۲۵۱) داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔ قرآن کریم کی ہر آیت مقدسہ میں اہل ایمان کے لئے بہت سی سبق آموز نصیحتیں ہیں، چنانچہ

یہ قصہ مشہور ہے کہ حضرت طاہوت کے زمانے کا سب سے بڑا کافر پہلوان جاہوت تھا، جس کو حضرت داؤد نے اس طرح قتل کیا کہ فلاخن (مقلع، گوپن، گوپن) میں پتھر رکھا اور جیسا کہ معمول ہے کچھ دورہ کر فلاخن کو گھمایا اور اس کا پتھر جاہوت کی پیشانی میں گولی کی طرح لگا اور دماغ کے وسط تک پہنچا۔

حکمت - ۸ : اگر مجاہدین نے پہلے ہی سے اپنی ذات میں تقویٰ اور صبر جیسے عالیشان اوصاف پیدا کر لئے ہیں، تو وعدہ الہی کے مطابق میدان جنگ میں فرشتے ان کی مدد کر سکتے ہیں، اور وہ روحانیت کی روشنیوں اور کرامتوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، کیونکہ ایمان کامل اور جذبہ جہاد سے روحانیت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

حکمت - ۹ : جس شخص نے صوفیانہ جہاد کیا اور کامیاب ہو گیا تو وہ خدا کے فضل و کرم سے جہادِ ظاہر کے روحانی بھیدوں کے بارے میں گفتگو کر سکتا ہے، کیونکہ دونوں جہاد کا روحانی نتیجہ ایک جیسا ہوتا ہے تاکہ عالم شخصی میں علم و معرفت کی ہر چیز موجود ہو۔

حکمت - ۱۰ : زمانہ نبوت تاریخ اسلام کا سب سے بہترین زمانہ شمار ہوتا ہے، اس میں آج کی طرح اسلامی عسکر کا ادارہ الگ تھلگ نہ تھا، بلکہ اہل ایمان (مرد و زن) سب کے سب اسلامی لشکر کے سپاہی تھے، اس سے کئی ایک روشن حقیقتیں چشم بصیرت کے سامنے آتی ہیں :

الف: جہاد بڑا اہم فریضہ ہے، جس میں ہر تندرست مسلمان کا شامل ہو جانا ضروری ہے۔

ب: خدا اور رسولؐ کی سب سے بنیادی سنت یہ رہی ہے کہ مسلمین ہمیشہ متحد و متفق ہو جائیں۔

ج: پاکستان آرمی کے علاوہ یہاں کے دوسرے مسلمانوں خصوصاً جوانوں کو بھی جنگی تربیت دینے کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہر مسلمان اپنے وقت کے آلاتِ حرب کو جہاد میں بخوبی استعمال کر سکتا تھا۔

حکمت - ۱۱: ہوشمند مجاہد مقررہ نماز و عبادت کے علاوہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت ذکر میں مصروف رہتا ہے، تاکہ شیطان اپنے دُشمنوں کے سلسلے میں اس کے دل میں خوفِ بیجا نہ ڈال سکے، اگر خدائے جلیل و جبار کی پُر حکمت یاد مسلسل اور مکمل ہے تو وہ ایک سرچشمہ نور ہے، جس سے بے شمار کرنیں پھوٹتی ہیں، ان میں کوئی کرنِ مسرت و شادمانی ہے، کوئی توفیق و ہدایت، کوئی علم و حکمت، کوئی ذوقِ عبادت، کوئی دینی محبت، کوئی شوقِ شہادت، وغیرہ۔

حکمت - ۱۲: مجاہدین کے لئے محاذ اور میدانِ جنگ باعثِ رحمت ہے، کیونکہ آدمی کا نفس آمادہ اپنی سرکشی سے کبھی باز نہیں آتا، مگر میدانِ جہاد جیسے حالات میں یہی سبب ہے کہ پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی غزوہ سے واپس ہوتے

ہوئے اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ: ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہو کر) بڑے جہاد کی طرف واپس ہو رہے ہیں۔ یعنی نفسِ امارہ کے خلاف لڑنا جہادِ اکبر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نفسانی جہاد کے لئے بڑی آسانی جسمانی جہاد کے فوراً بعد ہی ممکن ہے، اور اگر موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا، اور وقت گزرتا گیا تو پھر مشکل ہے۔

حکمت - ۱۳: اس کتاب میں بجا طور پر جہاد، مجاہد اور میدانِ جنگ کے بارے میں اسلامی ہدایات درج کی گئی ہے، اور یہ باتیں قابلِ ستائش ہیں، کیوں نہ ہو، جبکہ ہر بات قرآن حکیم اور حدیث شریف کی روشنی میں کہی گئی ہے، اور جبکہ جہاد اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔

حکمت - ۱۴: ایک ساتھ سیف و قلم جیسی دنیا کی دونوں سردار چیزوں کی مہارت تیار حاصل کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں، لیکن اس معاملے میں میجر جنرل فضلِ غفور صاحب اور ان کے ساتھی آفیسرز قابلِ مبارک باد اور لائقِ تعظیم ہیں کہ انہوں نے اللہ کی رحمت و مہربانی سے ایک ایسا علمی کارنامہ انجام دیا، جو ہمارے پیارے پاکستان کی نامور افواج کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔

حکمت - ۱۵: قرآن کریم میں خدائے بزرگ و برتر کا کوئی ایسا وعدہ موجود نہیں، جس کے متعلق ہم یہ سمجھ بیٹھیں کہ جہالت، بے عملی، اور تفرقہ کے باوجود ہم دنیا میں غالب و فاتح ہوتے چلے جائیں گے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کا ہر وعدہ علم و عمل سے مشروط ہے،

اور اس ضمن میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، اس میں کوئی انوکھی اور نرالی بات نہیں، مثال کے طور پر اگر میدانِ جنگ میں آسمانی تائید کی شرط تقویٰ اور صبر ہے تو یہ کوئی نئی شرط نہیں، جبکہ یہ مومن کے ہر مقبول قول و فعل کی جان ہے۔

حکمت - ۱۶: ہر عظیم اور کئی چیز کا وجود اس حالت میں قائم و باقی رہ سکتا ہے، جبکہ وہ کامل و مکمل اور واحد و سالم ہو، تقسیم نہ ہو، ٹوٹ نہ جائے، اور اس کے اجزا الگ الگ نہ ہو جائیں، چنانچہ مسلمان اس وقت فرقہ فرقہ تو ہو چکے ہیں، لیکن پھر بھی اس کا چارہ کار باقی ہے، وہ یہ کہ ہم ایک ایسے عظیم درخت کی طرح متحد و متفق ہو جائیں، جس کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں، درخت کی شاخیں الگ الگ تو ہیں، لیکن منقطع نہیں، مربوط ہیں اور درختِ اسلام کی یہی شان بڑی عظیم ہے۔

حکمت - ۱۷: کتنی بڑی غفلت و نادانی سرزد ہوئی کہ ہم نے ہدایت نامہ سماوی (قرآن) کی بیشال حکمتوں میں بروقت غور و فکر نہیں کیا، جسکی وجہ سے ہم سائنس، ٹیکنالوجی اور مادی ترقی میں دوسروں سے بہت پیچھے رہ گئے، حالانکہ اللہ کی پر حکمت کتاب کے علم الاشارات میں سب کچھ موجود ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: **وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ قِبْلَانًا لِّعَلَّی تَتَذَكَّرُ** اور ہم نے تم پر کتاب (یعنی قرآن) نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے (۱۶/۸۹)۔

حکمت - ۱۸: شاید اس بات سے کسی کو تعجب اور حیرت ہو کہ قرآن کریم میں دیگر بہت سے علوم کے ساتھ ساتھ "علم الاشارہ" بھی موجود ہے، کیونکہ اشارہ خدائے علیم و حکیم کے نزدیک ایک پسندیدہ چیز ہے، جبکہ لفظ "اشارہ" وحی کا ہم معنی ہے، اس کی ایک مثال کے لئے ہم سورۃ النفعال سے رجوع کرتے ہیں، فرمایا گیا: (ترجمہ) اور تم ان کفار کے (مقابلہ کے) واسطے جہاں تک تم سے ہو سکے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے سے تیاری کرو (۸۰)۔ پس یہاں لفظ قوت (طاقت) ایک غیر محدود اشارہ ہے، جس میں ہر زمانے کی تمام جنگی قوتوں کا ذکر ہے۔

حکمت - ۱۹: آیا قرآن مجید میں تسخیر کائنات کا موضوع نہیں ہے (۲۲، ۳۱، ۴۵، ۱۳)؟ اگر ہے تو اس کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ اور قرآن عظیم کا خطاب کس قوم سے ہوا ہے؟ کیا اس موضوع کا بیان ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایتِ بے نہایت اور اپنے محبوب رسولؐ کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے کائنات کی تمام چیزیں بحد قوت (POTENTIALLY) مسخر کر دی ہیں؟ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ کی یہ مادی نعمتیں غیروں کے پاس ہیں اور ہم ان کے دست نگر ہیں؟

حکمت - ۲۰: احکام دین کی بجا آوری کا سب سے اعلیٰ مقصد پروردگارِ عالم کی خوشنودی ہی ہے، جس میں دین و دنیا کی

سلاح و فلاح مضر ہے، اس کے علاوہ ہر حکم کی تعمیل میں بہت سے ذیلی اور ضمنی فائدے بھی ہیں، مثال کے طور پر اگر نماز حقیقی معنوں میں ادا کی جائے تو اس کا فوری ثمرہ یہ ہے کہ ایسا نمازی ہر بے حیائی اور بُرائی سے محفوظ رہتا ہے (۲۹/۲۵) اور روزہ اسکی روح کے ساتھ رکھنے سے مومن میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو جاتی ہے (۲/۱۸۳) اب اگر ایسا مومن مجاہد میدانِ جنگ میں جاتا ہے تو یقینی امر ہے کہ خدا کے حکم سے فرشتے اسکی مدد کریں گے، اور اگر مصلحتِ ربانی اس کے شہید ہو جانے میں ہے تو پھر بھی فرشتے اس کے ساتھ ہوں گے (۴۱)۔

حکمت - ۲۱: زمانہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے، دنیا کی بڑی

بڑی قومیں آپس میں مل کر ایک ہو رہی ہیں، حالانکہ ان کے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب موجود و محفوظ نہیں، جیسے ہمارے پاس قرآنِ عظیم ہے، لیکن انوس کی بات ہے کہ ہم لوگ ملی وحدت و سالمیت کی بے شمار نعمتوں کو ضائع کرتے ہوئے فرقہ واریت کے فتنوں کو برپا کر رہے ہیں، یہ بہت بڑی اجتماعی نافرمانی ہے۔

حکمت - ۲۲: دینِ اسلام کے تمام قولی و فعلی عبادات کے جوہر

کا نام تقویٰ ہے، اور تقویٰ کے معنی ہیں، خوفِ خدا، پرہیزگاری، پارسائی، اپنے آپ کو گناہ سے بچانا، اور قرآنِ حکیم نے خوفِ خدا (تقویٰ) کو خصوصی علم کے ساتھ مربوط (۲۵/۲۸) کر کے اسے بزرگی کا معیار قرار دیا (۴۹/۱۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ کے معنی

میں انبیا و اولیا کے اوصاف و کمالات کے جوہر کا تذکرہ ہے، کیونکہ دراصل یہ وصف انہی حضرات کا خاصہ ہے، اور انہی قدسیوں سے اس کا فیض اہل ایمان کو ملتا رہتا ہے۔

حکمت ۲۲: جس طرح ہر کامیاب اور نامور فوج اپنی جنگی مشقیں عملی جنگ سے پہلی ہی مکمل کر لیتی ہے، اور اسی پر اکتفاء نہیں کرتی، بلکہ انہیں جاری بھی رکھتی ہے، اسی طرح خدا کے شیروں یعنی مجاہدین کے لئے یہ امر بیکار ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی جملہ عبادات کو اسلام کی روح کے مطابق بجالائیں، تاکہ میدانِ جنگ میں ان کی دعا قبول ہو، اور آسمانی تائید و نصرت ان کے ساتھ رہے۔

حکمت ۲۴: ارشادِ باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: لے ایمان والو! تم صبر اور نماز کے ذریعے سے (خدا کی) مدد مانگو (۲/۱۵۳) لیکن یہاں یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ صبر جیسا اعلیٰ وصف ایک دن میں پیدا نہیں ہو سکتا، اور نہ مذکورہ نماز غافلوں کی نماز ہو سکتی ہے، جن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے (ترجمہ): پس ان نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں (یعنی وہ نماز تو پڑھتے رہتے ہیں، لیکن وہ ان کے دل کی گہرائی میں نہیں اترتی، کیونکہ ان میں عاجزی اور خوفِ خدا نہیں)۔

حکمت ۲۵: اسلام آفاقی دین ہے، اس لئے یہ دینِ فطرت کہلاتا ہے، بلکہ لفظِ فطرت خود اس دین کے ناموں میں سے ہے،

جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: **كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى الْفِطْرَةِ.....**

..... ہر بچہ اسلام پر پیدا ہو جاتا ہے... یہ بات اہل دانش کے نزدیک معمولی ہرگز نہیں، بڑی انقلابی ہے کہ دنیا بھر کے نوزائیدہ بچے پیدائشی مسلمان ہوا کرتے ہیں، مگر ان میں سے اکثر بچے والدین کی وجہ سے دوسرے ادیان میں چلے جاتے ہیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک میں بڑی عجیب و غریب حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

حکمت - ۲۶: ہمارے بہادر اور نامور مجاہدین کے لئے ایک خاص قابلِ توجہ نکتہ یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت و مہربانی سے میدانِ جنگ میں دو بھلائیوں میں سے ایک کو حاصل کرنے والے ہیں، وہ فتح ہے یا شہادت، اور یہ نظام قرآن پاک (۹۵۲) میں اِحْدٰی الْحَسَنَيْنِ (دو بھلائیوں میں سے ایک) کہلاتا ہے، اور یہ بہت بڑی سعادت صرف اہل ایمان کو نصیب ہوتی ہے۔

حکمت - ۲۷: خداوند تعالیٰ حقیقی بادشاہ اور ہم سب اس کے عباد، غلام، اور بندے ہیں، اللہ کی عبادت، غلامی، اور بندگی دراصل ایک ہی چیز ہے، تاہم اردو ادب میں لفظ غلامی زیادہ قابلِ فہم ہے، اس لئے ہم یہاں کچھ دیر کے لئے عبادت کو اللہ کی غلامی کہیں گے، چنانچہ دین اسلام میں تہیت، قول، اور فعل کے سلسلے میں ہم خدا کی غلامی کرنے کے پابند ہیں، اب ہم سوال کرتے ہیں کہ حقیقی بادشاہ کی نظر میں اپنے غلاموں کی کونسی غلامی زیادہ سے

زیادہ پسند ہے؟ قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں اس کا جواب بڑا آسان ہے، وہ اس طرح کہ جو غلامی سب سے زیادہ مشکل ہو، اور جس میں مسلمانوں کا اجتماعی فائدہ ہو، وہی غلامی اللہ کو زیادہ پسند ہے، اس مثال سے ظاہر ہے کہ مجاہدین سب سے بڑی عبادت میں مصروف ہیں، اور ہر وہ شخص بھی ایسی عبادت کر رہا ہے، جو حقیقی معنوں میں قوم کا خادم ہو۔

حکمت - ۲۸: اللہ تبارک و تعالیٰ ہرگز کسی چیز کا محتاج نہیں، لیکن اس کی رحمت و نوازش کی شان کتنی انوکھی اور زالی ہے کہ وہ ہمیں جان و مال عطا کر دیتا ہے، پھر اس عظیم احسان پر انتہائی عظیم احسان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ: یقیناً اللہ نے مومنین سے انہی جانوں اور انہی اموال کو بہشت کی قیمت پر خرید لیا (۹۱) پھر اسکی عنایات کا کیا کہنا کہ اللہ کا کیا ہوا سوفا جہاد کے دن تک مومنین ہی کے پاس امانت رہتا ہے، تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں، یہاں ایک نکتہ دل نشین یہ ہے کہ اگر جہاد کے بیشتر قرآنی فضائل اشارات حکمت میں نہ ہوتے، اور ہر شخص انکو سمجھ سکتا تو کوئی مومن بسترِ عملات پر مرنا پسند نہ کرتا، وہ اپنی شہادت کے خون سے رنگین ہونے کو صبغة اللہ (۱۳۸) قرار دیتا۔

حکمت - ۲۹: دنیا کے نامور کھلاڑیوں اور مشہور پہلوانوں کو دیکھ کر کوئی آدمی دل ہی دل میں یوں کہتا ہوگا کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا!

لیکن اس دُنوی شہرت کی کوئی اہمیت ہی نہیں، اگر مومن سپاہی طرح طرح کے مردانہ کھیلوں سے اپنے آپکو جہاد میں سختی برداشت کرنے کا عادی بنا لیتا ہے تو یہ بھی عبادت ہے، درنہ کھیل اور پہلوانی صرف دنیا کا ایک تماشا ہے، اور دین کی نظر میں وہ کوئی بادی نہیں، شجاعت، دلیری، بہادری، اور مردانگی میدانِ جہاد میں ظاہر ہوتی ہے، اسی لئے فوجی اعزازات مقرر ہیں، اور ان میں چوٹی کا اعزاز ”نشانِ حیدر“ ہے۔

حکمت۔ ۳۰: انسانِ کامل میں چار روحیں ہوتی ہیں، چوتھی روح کا نام روحِ مقدس ہے، باقی انسانوں میں تین ہیں، جن کے نام یہ ہیں: روحِ نباتی، روحِ حیوانی، اور روحِ انسانی، اب ایک بڑا دلچسپ اور مفید سوال کرنا ہوگا، بتائیے کہ خوف ان تینوں میں سے کس روح کا خاصہ ہے؟ اور غصہ کس روح کا؟ اس کا جواب ثانی یوں دیا جائے گا کہ ہم درخت، جانور، اور آدمی پر نظر ڈال کر لیرج کرتے ہیں، تو اس میں ہمیں پتا چلتا ہے کہ خوف اور غصہ درخت میں نہیں، جب ہم حیوان پر آتے ہیں، تو یہ دونوں خاصیتیں اسی میں پائی جاتی ہیں، اسکا مطلب یہ ہوا کہ خوف اور غصے کا مقام نہ تو روحِ نباتی ہے اور نہ ہی روحِ انسانی، بلکہ یہ روحِ حیوانی میں موجود ہے، اب مذکورہ سوال کا جواب مہیا ہو گیا، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیماری کی جڑ کہاں ہے۔

حکمت - ۳۱: خوف جو ہماری روح حیوانی میں ہے، اس کا کلی خاتمہ نہ تو مصلحت ہے اور نہ ممکن، بلکہ اسکو قرآن اور اسلام کے نسخہ لاہوت کے زیر اثر خوفِ بیجا سے خوفِ خدا بنانا چاہئے، اور یہ بات ناممکن نہیں، اسی علاج کے بارے میں ارشاد ہوا ہے: **الایذکُمُ اللہُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ (۱۳۸)**، یاد رکھو کہ خدا ہی کے ذکر سے دلوں کی تسلی ہوا کرتی ہے۔ انسانی قلب میں بہت سی اخلاقی اور روحانی بیماریاں ہوتی ہیں، ان سب کا علاج اللہ کی یاد میں ہے، جس کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہنا چاہئے، تب ہی دل خوفِ بیجا اور دوسری تمام کمزوریوں سے پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کی توفیق و ہدایت کی روشنی سے منور ہو جائیگا، آپ اپنے دینی اور دنیوی فرائض کے ساتھ ساتھ ذکرِ کثیر کا طویل سلسلہ شروع کر کے دیکھیں، ان شاء اللہ، توقع سے زیادہ کامیابی ہوگی۔

حکمت - ۳۲: کیا کوئی عزیز یہ خیال کرے گا کہ میں اس سلسلے میں جہاد کے موضوع سے ہٹ کر بات کر رہا ہوں؟ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ یہ ایک مزید مفید تجویز ہے کہ میری تین کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، جو قرآنی علاج، علمی علاج، اور روحانی علاج کے نام سے ہیں، یہ تجویز اس لئے ہے کہ ان کتابوں میں میری پوری زندگی کے خاص خاص تجربات نام لئے بغیر درج ہوئے ہیں، اور یہ خدا کے فضل و کرم سے مشرق و مغرب میں پھیل رہی ہیں۔

حکمت-۳۳: اگر ہو سکے تو آپ قرآن حکیم کو حکمت کے ساتھ پڑھیں، کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الحكمة ضالة المؤمن (حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے) پس ہر مومن کی ہوشمندی یہ ہے کہ خورد فکر کے ذریعے سے قرآنی حکمت کی تلاش میں لگے رہے، اور قرآن پاک میں حکمت کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے: ومن يؤت الحكمة فقد اوتي خيرا كثيرا (۲/۲۶۹) اور جس کو (خدا کی طرف سے) حکمت عطا کی گئی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اسے خوبیوں کی بڑی دولت ہاتھ لگ گئی۔

حکمت-۳۴: قبلًا ہم نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ خوف اور غصہ انسان کی کس روح میں ہے؟ اب ہم ایک اور مفید سوال کرتے ہیں: سو بتائیے کہ درد و الم کس روح کی خاصیت ہے؟ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں جنگ میں کوئی خوف نہ ہو، اور اگر ہم زخمی ہو جاتے ہیں تو درد نہ ہو یا کم سے کم ہو، چنانچہ مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ درد کا احساس بھی روح حیوانی ہی میں ہوتا ہے، پس اس کا علاج بھی ذکرِ کثیر ہی میں ہے، یعنی ہماری عادت ایسی ہو کہ ہم کثرت سے خدا کو یاد کریں، تاکہ محویت و قناعت کا کوئی مقام حاصل ہو، جس کی برکت سے درد ختم ہو جائے، یا کم ہو جائے۔

حکمت-۳۵: صوفیوں کا تصورِ قنا حقیقت کی طرف جانے کے لئے پل کا کام دے رہا ہے، وہ اس طرح ہے: فنا فی الشیخ / فی المرشد / فی الامام

پھر فنا فی الرسولؐ، اور آخر میں فنا فی اللہ وبقا باللہ، میں سمجھتا ہوں کہ وہ سالک جو شیخ یا مرشد یا امام میں فنا ہو جاتا ہے، وہ روحانیت کا غیر معمولی تجربہ اور علم رکھتا ہوگا، ورنہ ایسی فنا کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

حکمت ۲۶ : فخاصر آخرت میں حاصل ہوتی ہے یا دنیا میں

بھی؛ جواب کے لئے اس حدیثِ قدسی میں غور کریں (ترجمہ)؛ اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے“ (صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب رفاق) اس حدیثِ قدسی میں بہت سے کلیدی مسائل کے جوابات موجود ہیں۔

حکمت ۲۷ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی

ہے : ما احد یدخل الجنة یحب ان یرجع الی الدنیا و مالہ علی الارض من شیء الا الشہید یمتی ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مرات لتایری من فضل الشہادۃ۔

(ترجمہ)؛ جنت میں پہنچنے کے بعد کوئی شخص بھی دنیا میں لوٹنا پسند نہیں کرتا کیونکہ زمین پر اس کا کچھ نہیں رہ جاتا، مگر شہید جب شہادت کے انعامات کو دیکھتا ہے تو یہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش وہ دنیا

میں لوٹا دیا جلتے اور دس بار قتل ہو۔ (گلستانِ حدیث، ص ۲۸)۔
حکمت - ۳۸: شہید جسماً قتل تو ہو جاتا ہے، لیکن روحاً نہیں
مرتا، کیونکہ جہادِ اصغر اور جہادِ اکبر کے شہداء کی ارواح حضرت
رب العزت کے سرچشمہ نور میں پہلے ہی سے زندہ ہیں، انکو وہاں
بہشت میں عقلانی، روحانی اور لطیف جسمانی نعمتیں مل رہی ہیں،
وہ ان بیٹال نعمتوں سے بیدشادمان ہیں، انکی دگر سے ان کے
پس ماندگان وغیرہم پر جس طرح اللہ مہربان ہو رہا ہے، اس سے
بھی وہ پھولے نہیں سماتے ہیں۔

حکمت - ۳۹: سورہ مائدہ (۲۲-۲۵) میں قصہ بابل و قابیل کو خوب
غور سے پڑھ لیں، اور اس حکمت کو جاننے کے لئے کوشش کریں کہ
جس نے ایک آدمی کو ناحق قتل کیا اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل
کیا، اور جس نے ایک شخص کو زندہ کیا دجان بچا دی یا علمی طور پر زندہ
کیا، تو اس نے گویا سب لوگوں کو زندہ کیا۔ آدم علیہ السلام اپنے
وقت میں ایک فرد تھے، مگر آج آپ اپنی نسل کی وجہ سے دنیا بھر
میں پھیل گئے، اگر بابل کو قتل نہ کیا جاتا تو وہ بھی آدم کی طرح ایک
فرد سے بے شمار افراد ہو جاتا، پس قابیل نے تنہا بابل کو قتل نہیں کیا،
بلکہ ایک عالم انسانیت کو مار ڈالا، جو اس سے پیدا ہونے والا تھا، چنانچہ
اگر ہمارے سرفروش مجاہدین ملک اور علاقے کو دشمن کے حملوں سے
بچاتے ہیں، تو وہ گویا ہر مسلمان کے عالم شخصی میں سے آنے والی بے حساب

نسلوں کو زندہ کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جہاد کے اتنے بڑے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

حکمت۔ ۴۰: انتہائی عاجزی سے دعا ہے کہ پروردگار دانا و بینا عالم اسلام کو توفیقاتِ غیبی اور فتوحاتِ لاریبی کی لازوال دولت سے مالا مال فرمائے! رب العزت و نیا بھر کے مسلمانوں کو شاہِ راہِ مستقیم پر ایک کر دے! اور اسلامی لشکر کو ہر مقام پر آسمانی تائید و نصرت نصیب ہو! آمین!!

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی

۲۰ مئی ۱۹۹۳ء

جمرات ۲۷ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ

Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

۴۴
 علامہ نصیر ہنزائی کی شہرہ آفاق تصنیف ”قرآنی علاج“ پر
 ڈاؤن کالج مانٹریال کی سکالر بوستانہ کاتبصرہ

کتاب کا نام	_____	قرآنی علاج
مصنف	_____	علامہ نصیر الدین نصیر ہنزائی
شائع کردہ	_____	خانہ حکمت، ادارہ عارف کراچی
انگریزی ترجمے کا عنوان	_____	QURANIC HEALING
مترجمین	_____	ڈاکٹر فقیر محمد ہنزائی اور رشیدہ نذر محمد ہنزائی
صفحات کی تعداد	_____	۱۲۰۳

یہ کتاب ۲۵ ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے ہر باب اپنے تئیں ایک جامع اکائی کی حیثیت رکھتا ہے، کتاب کی یہ وعدت اس کے مطالعے اور تحقیق کو اس معنی میں بہت سہل بنا دیتی ہے کہ موضوعاتی سلسلے میں ڈھلی اس کتاب کو قاری آسانی سمجھتا چلا جاتا ہے۔

عام طور پر صحت اور بیماری کے موضوع کو جسمانی اور ذہنی دو قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے، جسمیں جسمانی صحت اور بیماری کا تعلق جسم سے اور ذہنی صحت و علالت کا تعلق ذہن سے ہے، کتاب ہذا صحت اور بیماری کے اس موضوع میں روحانی پہلو کو شامل کرنے کی غرض سے تحریر کی گئی ہے جس کا ذکر خود مصنف نے کتاب کے صفحہ ۲ پر کیا ہے۔

درحقیقت صحت اور بیماری کے موضوع کا یہ تیسرا اہم پہلو، جو روحانی صحت و علالت سے متعلق ہے، مغربی تشخیص کے طریقہ کار میں اکثر و بیشتر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے تاہم اب علاج کے اس

رُوحانی پہلو کے ناگزیر کردار و اثرات کی طرف توجہ مغربی طب اور خالص علمی میادین میں امتیازی حیثیت حاصل کر رہی ہے اور اس حقیقت کے پیش نظر نصیر ہنزائی صاحب کی اس کتاب کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

یہ کتاب اپنے مغربی اور مسلمان دونوں قارئین کو نئے سرے سے اسلام کے اس ہمہ گیر (WHOLISTIC) نظام سے متعارف کر داتی ہے جس میں بندے، خدا، اور کائنات کی ہم آہنگی کا تصور ملتا ہے، دوسرے لفظوں میں یہ ایک ایسا ”نظریہ علم“ ہے جس میں اسلام کے بنیادی تصور کے مطابق روحانی عالم جسمانی عالم سے باہم ملا ہوا ہے، ایک ایسا ہمہ گیر نظریہ جس کی بنیاد مختلف عناصر کے مربوط عمل پر رکھی گئی ہو، اس نظریہ فردیت یا جوہریت (AUTOMISTIC APPROACH) کی جگہ لے لیتا ہے جس کو مغربی روایات نے آج تک برقرار رکھا ہے۔

کتاب کے ابواب دہم تا چہار دہم ”قرآنی سے طب اور آواز“، ”خواب کے اشارات“، ”ذکر خدا۔ اکیس اعظم“، ”خوف بے جا کا علاج“ اور ”ایک آسمانی دوا“ — دعائیں، ان مقالوں میں ایسے مسائل سے بحث کی گئی ہے جو آج جدید مغربی نفسیات اور رُوحانی نوعیت کے نفسیاتی معالجے (PSYCHOTHERAPY OF A PASTORAL NATURE) کے بنیادی موضوعات ہیں، یہ مباحث رُوحانی علاج کی تعلیم اور رُوحانی علاج کے لئے مشاورت (CLINICAL PASTORAL ED. AND PASTORAL COUNSELLING) جیسے موضوعات کے لئے خاص طور پر مفید ہیں۔ اسی طرح اس کتاب

میں دل کی بیماریوں کی نشان دہی اور درجہ بندی سائیکو
تھیراپی میں انتہائی مفید ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ”شعور کی
رکاوٹوں“ اور ”توانائی کی رکاوٹوں“ (BLOCKS IN
CONSCIOUSNESS & ENERGY
BLOCKS) کی نشاندہی کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا ابواب میں انسدادی (PREVENTIVE)
اور شفا بخش (CURATIVE) تدابیر اتنی مفصل اور واضح ہیں کہ
ہر انفرادی قاری کو سائیکو تھیراپی کے عمل میں شرکت کے لئے کچھ
ٹھوس اور مثبت طریقے پیش کرتی ہیں۔

باب ششم ”سورہ شفا میں طبی اشارات“ میں صحت و علالت
کی جو درجہ بندی کی گئی ہے وہ انسانی ذات کی مرکزیت کے
نظریے کو خدائی ذات کی مرکزیت کے نظریے کی طرف تبدیل
کرنے کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے، اگرچہ مصنف نے ایسا
کرتے ہوئے مکمل طور پر کوئی نیا تصور تو پیش نہیں کیا ہے
تاہم اس نے یقیناً روحانی نظام کی تجدید اور از سر نو تفسیر کی ہے اور
اس نئی تفسیر کی مدد سے ہماری زندگی میں مادیت کی مرکزیت
(MATERIAL CENTEREDNESS) سے پیدا ہونے والی روحانی
بیماریوں کی تشریح کرتے ہوئے ان کے علاج پیش کئے ہیں۔

کتاب کے ابواب ۱۸ تا ۲۱ میں ”معیارِ صحت“، ”حقیقی صحت“، ”انسان
دنیا میں دنیا انسان میں“، ”خدا کن سے محبت کرتا ہے اور کن سے
محبت نہیں کرتا“ جیسے موضوعات میں عمومی مسائل سے بحث کی گئی ہے،
اگرچہ یہ کتاب بنیادی طور پر ایک مسلمان قاری سے مخاطب نظر آتی ہے

تاہم اپنے عمومی اطلاق (APPLICABILITY) اپیل اور فائدے کے اعتبار سے دوسروں تک بھی اس کی رسائی ہے ، عمومی اطلاق ، اپیل اور فائدے تک یہ رسائی صحت و بیماری کے ایسے عام تصورات کو زیرِ بحث لا کر حاصل کی گئی ہے جو کسی بھی حدود سے بالاتر ہیں ۔

اس کتاب میں ایک اختتامی باب کی کمی محسوس ہوتی ہے جو کتاب میں پیش کئے گئے علم کی وسعت کو خلاصتہً پیش کرے ، نئے ایڈیشن میں اجنبی اصطلاحات کی قدر ہتنگ اور اشاریہ کو شامل کرنا ایک خوش آئند امر ہو گا ۔

تبصرہ نگار : بوستان ہیرجی
 ڈاڈسن کالج
 شعبہ مذہبیات
 مانسٹر ہال

نوٹ : تبصرہ نگار نے واشنگٹن ڈی۔ سی ریاستہائے متحدہ امریکہ کے واشنگٹن ہاسپٹل سینٹر میں روحانی علاج کی تعلیم (CLINICAL PASTORAL EDUCATION) کے ایک کورس کو مرتب کرنے اور پڑھانے کے لئے کتاب مذکورہ کو استعمال کیا ۔

